Al-Qalam **القلم**
p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077
Volume:23, Issue:1, 2018; pp. 102-122

حرمتِ میّت: اسلامی تعلیمات کا تحقیقی و تحلیلی مطالعہ

Sanctity of the Dead: A Research and Analytical Study of Islamic Teachings

Syeda Ayesha Rizvi
Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore

KEYWORDS:

SUPREMACY, RELIGION OF ISLAM, SANCTITY OF THE DEAD, UNNATURAL METHODS, FLIGHT OF THE HUMAN SOUL

Date of Publication: 31-12-2020

ABSTRACT

The supremacy of the religion of Islam over the religions of the world is also seen in the sanctity of the dead. While people of different religions are forced to adopt unnatural methods to bury their dead, Islam has laid down several rights for the deceased, starting from the flight of the human soul to the grave. They are used in. When the death of a person is certain, closing the eyes of the deceased and fixing the limbs, informing the relatives and friends of the death, bathing, shrouding, in the funeral prayer. Attending, going to the cemetery walking with the deceased like saying goodbye to the guests, burying the body with honor and respect, praying for higher status in the hereafter, going to visit the graves occasionally, the grave of the deceased. To do Ikram, these are all the teachings of the Islamic Shari'ah and are also promoted in the Muslim Ummah. Thus, from the beginning of life to the end, you are an example of the teachings of Islam. If the transgressor commits the crime of violating the sanctity of the deceased in order to satisfy feelings such as contempt and humiliation of the dead person or anger and enmity, then the Islamic Shari'ah also punishes him. He has given guidance from these texts, keeping in mind the Islamic society can formulate laws for itself.

تمہید

بنی آدم کے اکرام و تعظیم کواللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان کے مطابق ہمیشہ قائم رکھا۔یہاں تک کہ اس کے سلسلہء تنفس ٹوٹ جانے اوراس کے جسم سے جان نکل جانے کے بعد بھی اس کی عظمت اور مخلوقاتِ عالم پر برتری کو برقرار رکھا۔ کسی متنفس کے لیے یہ تصور ہی کتنا بھیانک و روح فرسا ہے کہ اس کی زندگی کے خاتمے پر اس کی میّت کو دنیا کے مروّجہ طریقے کے مطابق استعمال شدہ اشیاء کی طرح کوڑاکرکٹ کے ساتھ پھینک دیا جائے گا۔اس کے بے جان لاشے کو درندے بھنبھوڑتے رہیں، گدھ نوچتے دکھائی دیں،اس پر چیل کوّے منڈلاتے پھریں،اس کے بدبودار اور تعفّن زدہ وجود پر مکھیاں بھنبھنائیں،سانپ اور چوہے اچھل کود کرتے نظر آئیں، کہیں گوشت نوچی ہوئی ننگی ہڈیاں تو کہیں پیٹ سے لٹکتی ہوتی انتڑیاں اور کسی جگہ منتشر وپراگندہ اعضاء پاؤں تلے روندے جارہے ہوں گے۔یاپھراس کے نفیس و محترم جسم کے انمول حصے گندے نالوں میں بہتے ہوئے پائے جائیں گے۔(العیاذباللہ)کتنا عظیم ہے پروردگارِعالم!جس نے انسام کے جذبات کو مجروح ہونے سے بچایااورا س کی حکمت وعالی شان اور باتدبیر ہستی نے انسان کے دنیاسے انتقال کے بعد بھی اس کی ذات کو نظر انداز نہیں کیا۔اور اس مرحلے پر بھی اس کومایوسی کا شکار نہیں ہونے دیا۔اور انسان یہاں بھی اطمینان کے ساتھ رہتاہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کی عظمت دنیاوجہان پر فائق و مقدم ہے۔اس کی حرمت و تعظیم تب بھی زمین وآسمان کی فانی اشیاء پر افضل وبرتر رہے گی۔

موت ایک اٹل حقیقت

اللذی خلق الموت والحیاہ[1]

وہی ﴿اللہ﴾ ہے جس نے موت اور زندگی پیدا کی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیامیں اپنانائب وخلیفہ بناکر بھیجااوراس کے لیے ہرطرح کاسامان زیست فراہم کیا۔نہ صرف انسان کی پیدائش بلکہ موت اور پھر موت کے بعد تک کے لیے بے مثال ہدایت ورہنمائی مہیاکی۔زمین کی وسعتوں میں زندگی کا آغاز آدم وحوّاؑ سے ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے آدم کواولاد سے نوازا۔خاندان کے بڑھنے سے ذہنی اختلافات

کی ابتدا ہوئی، موت کے آثار ظاہر ہونے لگے، انسان کے انسان کو قتل سے سطحِ زمین نے مرے ہوئے انسان کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پہلی میت کا تذکرہ اس انداز سے فرمایا:

و اتل علیھم نبا ابنی آدم با لحق[2]

اور پڑھ کر سنایئے ان کو آدم کے دو بیٹوں کی خبر حق کے ساتھ۔

اگرچہ قرآن میں آدمؑ کے دو بیٹوں کا ذکر ہے اور نام نہیں ظاہر ہے۔ مؤرخین و مفسرین اور اسرائیلی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آدمؑ کے ان دو بیٹوں کا ذکر ہے "جنھیں کتابِ مقدس" میں قائن اور ہابل کے نال سے پکارا گیا ہے۔ تاریخی کتب سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قائن حضرت آدم کا پہلا بیٹا تھا۔[3] جیسا کہ بائبل میں بھی مذکور ہے:

"اور آدم اپنی بیوی حوا کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور اس کے قائن پیدا ہوا۔ تب اس نے کہا مجھے خداوند سے ایک مرد ملا۔"[4] یوں قائن جسے اکثر مؤرخین "قابیل" کے نام سے یاد کرتے ہیں، آدمؑ کا پہلا بیٹا تھا اور پھر اس کا بھائی ہابل یعنی "ہابیل" پیدا ہوا[5] جو ان ہونے پر دونوں بھائیوں میں رنجش ہوئی اور قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا:

فطوعت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخاسرین[6] آخر کار اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر لیا، چنانچہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کر ڈالا، اور نامرادوں میں شامل ہو گیا۔

اسی طرح کے فعلِ شنیع کا تذکرہ بائبل میں بھی موجود ہے:

"اور جب وہ دونوں کھیت میں تھے تو یوں ہوا کہ قائن نے اپنے بھائی ہابل پر حملہ کیا اور اسے قتل کر ڈالا۔"[7]

آغاز تدفین میّت:

چونکہ زمین پر آدمؑ اور آپ کا کنبہ ہی تھا۔ اس طرح بنی نوع انسان میں سے ہابیل روئے زمین پر پہلا انسان تھا جو موت سے ہمکنار ہوا۔ قابیل نے اس سے پہلے میت نہیں دیکھی تھی لہٰذا وہ نہیں جانتا تھا کہ مردے کو کیسے روپوش یا تلف کیا جائے۔ بھائی کو قتل کرنے کے بعد وہ نادم ہوا اور پریشانی میں تھا کہ اب کیا کرے! قابیل کی اس شکل کو اللہ تعالیٰ نے کیسے آسان کیا اس کا واقعہ قرآن کریم میں مذکور ہے! چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فبعث الله غر ابا یبحث فی الارض لیریه کیف یواری سوءة اخیه قال یا ویلتا اعجزت ان اکون مثل هذا العرب فاواری سوءة اخی فاصبح من النا دمین[8]

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا وہ زمین کھود رہا تھا تا کہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دے، وہ کہنے لگا ہائے افسوس کہ میں ایسا کرنے سے بھی گیا گزرا ہو گیا ہوں کہ اس کوّے کی طرح اپنے بھائی کی لاش کو دفنا دیتا پھر تو ﴿بڑا ہی﴾ پشیمان اور شرمندہ ہو گیا۔

مولانا تقی عثمانی کے مطابق:

"یہ چونکہ کسی کے مرنے کا پہلا واقعہ تھا جو قابیل نے دیکھا اس لئے اسے مردوں کو دفن کرنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا۔"[9]

چنانچہ کوّے کو دیکھ کر قابیل نے یہ جان لیا کہ اسے مرے ہوئے انسان کو زمین میں دفن کر دینا چاہیے لہٰذا اس نے اپنے بھائی کے بے جان لاشے کو سپردِ خاک کر دیا۔

"اللہ نے ایک کوا بھیجا کہ وہ زمین کھودتا تھا تاکہ وہ ﴿اللہ یا کوا﴾ قابیل کو بتادے کہ بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے۔ اس جگہ اراءت کا معنی ہے بتادینا تعلیم دینا۔ دکھانا مراد نہیں ہے کیونکہ دیکھنے میں کوے کا دفن کرنا آیا تھا۔ ہابیل کی لاش کو دفن کرنا اور چھپانا تو نہیں دکھایا گیا۔ سوءۃ سے مراد ہے مردہ لاش۔ مردہ لاش کو دیکھنا برا معلوم ہوتا ہے ﴿سوءۃ کا لغوی ترجمہ برائی ہے﴾ بعض کے نزدیک جسم کا قابل ستر حصہ مراد ہے جس کی بے پردگی جائز نہیں۔"[10]

واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحیم و کریم ذات کو یہ منظور نہیں کہ انسان جس کو اس نے اشرف المخلوقات اور مسجودِ ملائک بنایا وہ سانس کے ختم ہونے کے بعد یہاں وہاں ٹھوکریں کھاتا پھرے اور اس کی لاش کو چیل کوے کھاتے رہیں۔ چنانچہ جس طرح پروردگارِ عالم نے زندہ انسان کی عظمت برقرار رکھنے کے لیے ہدایت کا سامان کیا اسی طرح مردہ کی تکریم کے لیے بھی دفن کا طریقہ بتایا۔

اختلاف مفسرین

بعض مفسرین نے اوّلین میّت کی تدفین کی رہنمائی کی اس رائے سے اختلاف بھی کیا ہے جیسے کہ مولانا غلام اللہ خان کا ماننا ہے کہ:

"ایک کوّا اڑتا ہوا آیا اور قابیل کے سامنے زمین کریدنے لگا جس کا نتیجہ اور انجام یہ ہوا کہ اسے اپنے مقتول بھائی کی نعش چھپانے کی ترکیب سوجھ گئی ورنہ کوّا غیب دان نہیں تھا کہ ہابیل کے قتل کا اسے علم تھا اور نہ قابیل کو دفن کرنے کا طریقہ سکھانے آیا تھا۔"[11] اگرچہ مفسرین نے آیت کے خلاف بھی کلام کیا کیا ہے مگر **فَبَعَثَ اللّٰہُ** سے ظاہر ہے کہ کوّے کو بھیجا گیا تھا:

بعثه يبعثه بعثا: ارسله وحده[12]

اسے بھیجا اکیلا

بعثه بعثا و تبعاثا:تنہابھیجنا[13]

عربی لغات کے مطابق ثابت ہوتا ہے کہ کوّے کا قاتل یعنی قابیل کے سامنے ظاہر ہونا اور زمین کھود کر دوسرے مرے ہوئے کوّے کو دفنانے کا مظاہرہ کرنا محض اتفاق نہیں تھا بلکہ یہ مشیتِ الٰہی کے عین مطابق تھا اور کوّا اللہ کریم کی طرف سے اس کام پر مبعوث کیا گیا تھا تاکہ انسان کو سکھائے کہ اس نے مُردہ کو کس طرح سے دفن کرنا ہے۔ اسی طرح سے بعض مفسرین نے اس واقعہ سے بنی اسرائیل کے دو افراد مراد لیے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان **و اتل عليهم نبا ابنی آدم بالحق** واضح ہے اور تاریخ انسانی سے ثابت شدہ ہے کہ حضرت آدمؑ اور قومِ بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ اسلام کی اولاد کے درمیان تقریباً ڈھائی ہزار سال کا زمانہ حائل ہے، اگر یہ بنی اسرائیل کے دو افراد کا واقعہ ہوتا تو اب تک مردہ آدمی کی تدفین کی روایت نسل در نسل ان تک پہنچ چکی ہوتی اور انھوں نے ان گنت میّتوں کے واقعات سن اور دیکھ رکھے ہوتے اور اس وقت کے معاشرے میں مروّج طریقے کے مطابق بھائی کی لاش کو تلف کرنے میں قابیل کو کوئی شکل نہ ہوتی لہٰذا اس بات میں کوئی ابہام نہیں رہ جاتا کہ ہابیل کی موت دنیا میں پہلی موت تھی اور زمین پر زندگی اپنے ابتدائی مراحل میں تھی۔ خالقِ کائنات جانتا تھا کہ انسانی ذہن ابھی اس قابل نہیں کہ اپنی مشکلات کا حل ڈھونڈ سکے اور نہ ہی قابیل نے اس سے پہلے بنی آدم کی تدفین کا کوئی واقعہ دیکھا تھا کہ وہ جان لیتا کہ میت اس طرح سے دفن کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ پریشان حال و نادم انسان جو اس وقت پہلے بھائی کے قتل اور پھر اس کی لاش کو سنبھالنے سے دوہری پریشانی میں مبتلا ہو گیا تھا، کوئی اور غلط قدم اٹھاتا، اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی رہنمائی کا انتظام فرما دیا۔ علامہ ابو بکر الجصاص نے لکھا ہے:

"حضرت ابنِ عباس، حضرت ابنِ مسعود، مجاہدؒ، سدیؒ، قتادہؒ، اور ضحاکؒ کا قول ہے کہ اسے معلوم نہیں تھا کہ اس لاش کو کیسے ٹھکانے لگائے حتیٰ کہ ایک کوّا نمودار ہوا جس نے زمین کھود کر ایک مردہ کوّے کو دفنانا شروع کر دیا۔"[14]

"**فبعث الله غر ابا يبحث فى الارض ليريه** ﴿اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا کہ وہ اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے یا وہ کوّا اس کو دکھائے)كيف يوارى سوى ة اخيه (کہ وہ کس طرح بھائی کی لاش چھپائے)**سوء ة** کا معنی ستر اور وہ چیز جسم میں جس کا کھولنا جائز نہیں۔ روایت میں ہے کہ سب سے پہلا مقتول زمین پر بنی آدم میں یہی تھا۔ جب اس کو قتل کر دیا تو چٹیل میدان میں چھوڑ دیا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس کا کیا کرے۔ پس اس کو خطرہ ہوا کہ اس کو درندے پھاڑ دیں گے۔ پس ایک تھیلے میں ڈال کر اپنی پشت پر ایک سال تک اٹھائے پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس سے بدبو پیدا ہوئی۔ اور اس پر درندوں نے ہجول کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے دو کوّے بھیجے جو لڑ پڑے ایک نے دوسرے کو مار دیا۔

اور اپنی چونچ اور پنجوں سے دوسرے کوّے کے لئے گڑھا کھودا پھر اس کو اس میں ڈال دیا۔"[15]

پس مفسرین کی اکثریّت کے ہاں یہی راجح ہے کہ کوّے کا قابیل کے سامنے ظاہر ہونا اور مرے ہوئے کوّے کو دفنانے کا عمل سرانجام دینا حکمِ الٰہی کے مطابق تھا تاکہ انسان کو میّت کی تدفین کا طریقہ سکھایا جائے۔ قبرِ میّت۔۔ آغاز وارتقاء قرآن کریم نے ابتدا میں ہی اپنے لاریب اور مبنی برحق ہونے کا اعلان فرما دیا تھا۔ آغازِ قصہ میں آدمؑ کے دو بیٹوں کا ذکر، تدفینِ میّت کی رہنمائی کے لیے کوّے کو بھیجنا۔ گویا الفاظ کے ظاہری معنی و مفہوم، یہود و نصاریٰ کی روایات کے علاوہ مفسرین و مؤرخین کی غالب اکثریت کا اسی بات پر اتفاق ہے کہ ہابیل کی موت پر روئے زمین نے کسی انسان کی اولین میّت دیکھی تھی اور زمین میں گڑھا بنا کر مُردے کو رکھنے کا جو دطریقہ سجھایا گیا وہ وہی ہے جیسا کہ عرفِ عام میں انسان کی آخری آرام گاہ کے لیے بولا جاتا ہے یعنی "قبر" اور قرآن کے فرمان سے بھی ظاہر ہے کہ موت کے بعد انسان کو حوالہء قبر کیا جانا اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء ہے: **ثم اماته فا قبره**[16] پھر اسے موت دے دی، اور اسے قبر میں پہنچا دیا۔ "اس آیت سے معلوم ہوا کہ مردہ انسان کو دفن کرنا واجب ہے۔"[17]

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو لاتعداد بیش بہا نعمتوں سے نوازا ہے اور قدم قدم پر اس کی ہدایت و رہنمائی کا انتظام کیا۔ یہاں تک کہ اس کے قویٰ کے خاتمے پر انسان کو موت سے ہمکنار کرنا بھی اس کی عظیم نعمت میں شمار ہوتا ہے اور جیسے مرنے کے بعد اس کی روح پر کیا کیا حالات پیش آتے ہیں کوئی نہیں جانتا اسی طرح اس منعمِ اعلیٰ نے آدمی کے بے روح جسم کو بھی ظاہری ذلت ورسوائی سے سابقہ پڑنے سے محفوظ رکھا اور انسانی لاش کو عزت و تعظیم اور احترام و تکریم سے تہ زمین میں اتار دینے کا انتظام فرمادیا اور یوں اشرف المخلوقات کے شرف کو یہاں بھی کسی طور کم نہیں ہونے دیا کہ اس کا جسدِ خاکی کُوڑے کرکٹ کا ڈھیر بنے یا جانوروں کے بے جان لاشوں کی طرح بے حرمت پڑا رہے۔

لہٰذا زمانہ قدیم سے تاعصرِ حاضر بنی آدم کی اکثریت مردوں کو دفناتی آئی ہے اور اب بھی دنیا کے مختلف علاقوں اور خصوصاً سامی مذاہب کے پیروؤں کا یہی طرزِ عمل ہے کہ وہ اپنے مُردوں کو زمین میں دفن کرتے ہیں اور اسی عمل کے لیے قرآن میں لفظ "اقبرہ" ﴿اسے قبر میں اتار دیا﴾ سے نعمت کا احساس دلایا گیا ہے کہ قبر کے اندر میت کو پہنچا دینے میں بنی نوع انسان کی عزت و حرمت ہے بجائے سطحِ زمین پر یہاں وہاں پڑے رہنے کے اس کی نعش کو زمین کے اندر روپوش کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

الم نجعل الارض کفاتا، احیاء وامواتا[18]

کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟ زندوں اور مردوں کے لیے۔

نعمتِ الٰہی کی یاد دہانی کے لیے سوالیہ انداز اختیار کیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ مُردوں کو زیرِ زمین دفن کرنا ہی اصل میں منشائے فطرت ہے۔ تفسیر مظہری میں بیان ہے:

"**اَقْبَرَهٗ** کا معنی یہ ہے کہ جنازہ کو درندوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اللہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ میت کو قبر میں دفن کریں ﴿یعنی **قَبَرَ** جرود سے بمعنی **ادخل فی القبر** کے آتا ہے اور **اقبر** مزید سے **امر ان یقبروا** کے معنی میں آتا ہے﴾ **قبر** 'قبر میں داخل کیا۔ **اقبرَ** 'قبر میں داخل کرایا ﴿قبر میں داخل کرنے کا حکم دیا﴾ قبر میں دفن کرنے کا حکم اللہ کی مزید نعمت ہے کہ اللہ نے انسان کو اتنی عزت عطا فرمائی کہ اس کی لاش کو دوسرے جانوروں کی لاشوں کی طرح پھینکنے کا حکم نہیں دیا۔"[19]

"یعنی مرنے کے بعد اس کی لاش کو قبر میں رکھنے کی ہدایت کر دی۔ تا کہ زندوں کے سامنے یوں ہی بے حرمت نہ ہو۔"[20] قبر دینا اور دفن کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ کوّے کو بھیجا جانا ثابت ہوتا ہے۔ عظمتِ انسانی کی اہمیت کا احساس دلایا جا رہا ہے۔ وہ انسان جو ایک عرصہ تک زمین کی گود میں چلا پھرا۔ اور زمین و آسمان کی وسعتوں میں اس کے چرچے رہے اور دنیا کی ہر چیز اس کے لیے مسخر کر دی گئی۔ وہ خالق کی پیدا کردہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا اور جُملہ مخلوقات پر حکومت کرتا اور انہیں اپنی عقل سے چلاتا رہا۔ یہ اس کی عظمت و شام کے خلاف ہو تا کہ اس کے جسدِ خاکی سے جان نکلتے ہی اس کو سطح زمین پر سڑنے اور تعفن پھیلانے کے لیے پھینک دیا جائے۔ "میت کو بے حرمتی سے چاپنے اور اس میں رونما ہونے والے تغیرات کو نگاہوں سے او جھل رکھنے کے لیے قبر کھودی جاتی ہے۔"[21] لہٰذا ابنِ نوعِ انسان کی رفعت و عظمت کے شایانِ شان خالقِ کائنات کی رہنمائی اور شریعتِ اسلامیہ کی منشاء کے مطابق انسان کی بے روح لاش کو عزت و تکریم کے ساتھ نہلا دھلا کر اجلا لباس پہنا کر اپنے ہم جنس و ہم مرتبت زندہ

انسانوں کے جِلو میں نہایت ادب و احترام سے سینہ ءزمین میں چھپا دیا جاتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ میت کے جنازہ کے ساتھ چلنے اور دعا میں شامل ہونے کی فضیلت و ترغیب شریعتِ اسلامیہ نے مقدم رکھی ہے متفق علیہ حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق جنازہ میں شریک ہونا مسلمان بھائی کے حقوق میں سے ایک حق قرار دیا۔۔

مذاہبِ عالم میں رائج طریقے

اگرچہ دنیا میں ہر مرنے والے انسان کو اسلام کے مروّجہ طریقے کے مطابق دفن نہیں کیا جاتا بلکہ مختلف مذاہب میں میت کو روپوش کرنے کے مختلف طریقے ہیں جو کہ اگرچہ اسلام کی طرح فطری اور پر تعظیم تو نہیں ہیں مگر ان میں بھی زندہ لوگ دنیا سے انتقال پانے والے اپنے پیاروں کے لیے عزت و تکریم کا ہی خیال کرتے ہیں۔ اور اپنے ان افعال کی ان کے ہاں طرح طرح کی تاویلات و توجیہات پائی جاتی ہیں۔

"دنیا کے مختلف مذاہب میں میّت کو تلف کرنے میں تین چیزوں سے مدد لی جاتی ہے: زمین، آگ اور پانی لہٰذا Solmon Iseland میں میّت کو Death Ship میں رکھ کر پانی میں بہا دیا جاتا ہے اس کے علاوہ کچھ میتیں Reef ﴿بادبانی تختے﴾ پر رکھ دی جاتی ہیں تا کہ شارک کھالیں اور کچھ علاقوں میں پتھر کے ساتھ باندھ کر

بھی پانی میں ڈال دی جاتی ہیں۔ مغربی تہذیب میں پانی میں دفن تب عمل میں آتا ہے جب کسی آدمی کی سفر میں موت واقع ہو جائے۔ زرتشت مذہب میں چھٹی صدی قبل مسیح سے رواج چلا آرہا ہے کہ میّت کو آبادی سے الگ پہاڑوں پہ رکھ دیا جاتا ہے تاکہ Scavening پرندے کھالیں اور ہڈیاں مادّی اور روحانی استعمالات کے لیے رکھ لی جاتی ہیں۔ موجودہ زمانہ میں Tower Of Silence بنالیے گئے ہیں ﴿جن کے اندر میّت کو رکھ دیا جاتا ہے اس عمل کو "دخمہ" کہتے ہیں﴾۔ ابتدائی "بالی" اور انڈیا کے "ناگا" قبائل، وسطی آسٹریلیا کے قبائل، Sioux (شمالی امریکہ کے قدیم قبائل﴾ اور شمالی امریکہ کے کچھ حصّوں میں عام طور پر میّت کو بہترین لباس پہنا کر ہرن یا بھینس کی کھال سے سلے ہوئے کفن میں لپیٹ کر 8 فُٹ ﴿5.2 میٹر﴾ کی بلند جگہ پر تحائف کے ساتھ رکھ دیا جاتا ہے پھر ایک سال اتار کر زمین میں دفنا دیا جاتا ہے۔"[22]

انڈیا میں عام رواج کے مطابق مُردے کو نہلا دھلا کر شمشان گھات میں لے جا کر جلا دیا جاتا ہے اور اس کی راکھ مٹکے میں محفوظ کر کے مندر میں رکھ دی جاتی ہے پھر ایک سال گزرنے کے بعد یہ راکھ دریائے گنگا کے مقدّس پانی میں بہا دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جہاں تک اہلِ کتاب یعنی یہود اور مسیحی اقوال کا تعلق ہے تو وہ الہامی مذاہب ہونے کی وجہ سے اپنے پیاروں کی میّتوں کو قبر میں ہی دفناتے ہیں۔ میّت کے احترام کا سب سے اعلیٰ درجہ اور فطری طریقہ وہی ہے جو دنیا میں پہلی موت کے وقت انسان کو سجھائی دیا گیا اور یہی وہ طریقہ ہے جو نصوصِ قرآنی سے سامنے آتا ہے۔ اور مہذّب معاشرے اسی کے مطابق اپنے اعزا و اقرباء کو حوالہءِ زمین کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا میں جتنے بھی اختراعی طریقے مروّج ہیں وہ سب قرینِ قیاس نہیں ہیں۔ اگرچہ عام طور پر جو بھی انسان طبعی موت سے ہمکنار ہوتا ہے تو اس کے معاشرے میں جو بھی طریقے رائج ہیں اس کے مطابق اس کے اقرباء اس کی آخری رسُومات ادا کر دیتے ہیں اور اس میں اہانت و تذلیل کا شائبہ بھی نہیں ملتا بلکہ ہر لحاظ سے عزت و تکریم کا ہی احساس اجاگر ہوتا ہے۔ خواہ وہ فطرت کے کتنا ہی خلاف کیوں نہ ہو۔

اسلام میں تعظیم میت؛

مرے ہوئے انسان اکرام کا جتنا خیال دینِ اسلام نے رکھا ہے دنیا کی تاریخ میں مذاہبِ عالم میں سے کسی نے یہ اہتمام نہیں کیا۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: «اذا رایتم الجنازہ ، فقوموا لھا ، حتی تخلفکم او

تو ضع» [23]جب تم جنازہ دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ، حتی کہ وہ آگے چلا جائے یا اسے زمین پر رکھ دیا جائے۔ اپنے ساتھیوں اور ہم مذہب لوگوں کی تکریم تو معروف بات ہے۔انسانی ہمدردی رواداری میں رحمۃ للعالمین ﷺ کا عمل اپنی مثال آپ ہے۔نہ صرف زندہ بلکہ مردوں کی تعظیم میں بھی آپ ﷺ نے کسی قسم کی عصبیت کی حوصلہ افزائی نہیں کی:

إنَّ رسُولَ اللهِ صَلى اللهُ عَليْهِ وَسَلمَ مَرَّتْ بِهِ جَنازةٌ، فَ قَامَ فقِيلَ: إنهُ يَ هُودِيٌّ، فَ قَالَ: «أليْسَتْ نَفْسًا» [24]

رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ کو بتایا گیا: یہ یہودی کا جنازہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ ذی روح نہیں تھا!

اسلام نے میت کی تعظیم و حرمت کا حد درجہ التزام کیا ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے مردوں کی آرام گاہ یعنی قبر کے اوپر بیٹھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔[25]سی طرح میت کی ظاہری حرمت میں اس بات کو بھی شامل رکھا کہ کسی بھی مرے ہوئے کو برا بھلا نہ کہا جائے:

«لاَ تسُبوا الْامْوَاتَ، فإنَّهُمْ قدْ أفضَوْا إلَى ِمَا قدَّمُوا» [26]

مُردوں کو بُرا بھلا نہ کہو اس لیے کہ وہ لوگ اس سے مل چکے ہیں جو انہوں نے پہلے بھیجا ہے۔

شریعتِ اسلامیہ میں دنیا سے انتقال پا جانے والے انسانوں کے ظاہری و معنوی اکرام کے لیے ایسی ہدایات دی گئی ہیں تاکہ بنی نوع انسام کی فضیلت جُملہ مخلوقات پر بھی قائم رہے اور اس کے پیچھے اس کے ذکرِ بد سے اس کے پیاروں کو صدمے سے دوچار بھی نہ ہونا پڑے۔

میت کو اذیت کی ممانعت

جس طرح کسی بھی ذی روح انسان کو جسمانی تکلیف یا زخم پہنچانے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے اور انسانیت کو اس سے محفوظ رکھنے کے لیے دیت و قصاص جیسے قوانین متعارف کروائے گئے اسی طرح میت کے جسم کو گزند پہنچانا بھی قبیح امر گردانا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: **«كَسْرُ عَظمِ الْمَيِتِ كَكَسْرِهِ حَيا»**[27]میت کی ہڈی کو توڑنا ایسے ہی ہے جیسے اس کی زندگی میں توڑنا۔

"میت کی ہڈیوں سے فائدہ اٹھاناتوڑنا اور مردہ کے جسم کے کسی حصّہ سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے انسان کی تحقیر اور تذلیل ہوتی ہے جو کہ درست نہیں۔ "[28]«أذى المؤمن في موته كأذاه في حياته»[29]مؤمن کی میت کو تکلیف پہنچانا ایسا ہے جیسے اس کی زندگی میں تکلیف پہنچانا۔ میت کی ہڈی توڑنے کو اتنا سنگین سمجھا جاتا ہے کی رسول کا مزید فرمان ذی شان ام المومنین امِسلمہ سے روایت ہے:

«كَسْرُ عَظْمِ المَيتِ كَكَسْرِ عَظْمِ الْحَيِّ فِي الإِثْمِ »[30]**مردے کی ہڈی توڑنا گناہ کے لحاظ سے ایسا ہی ہے جیسےزندہ کی ہڈی توڑنا۔ اگرچہ میّت کو تکلیف پہنچانا اور اس کے جسم کو توڑنا مروڑنا کسی بھی مہذّب معاشرے کی روایات کے خلاف ہے اور شرفِ انسانی کی تذلیل اور انسانیت کی توہین میں شامل ہے تاہم میت کی ہڈی توڑنا تین طرح سے وقوع پذیر ہو سکتا ہے:**

- میت کی تذلیل واہانت کے لیے
- دشمن پر اپنے غصے کے اظہار اور جذبات کی تسکین کے لیے
- پوسٹ مارٹم کے لیے

پہلے دونوں طریقے ناجائز وناپسندیدہ ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے ان کی مذمت کی ہے اور اس طرح کے جذبات رکھنے والوں کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ انہی جذبات کی تسکین کے لیے زمانہ قدیم میں عرب میں مثلہ مروّج تھا۔ اس کے مطابق دشمنوں سے انتقال اور غصہ کی آگ بجھانے کے لیے مقتول کے ناک اور کان کاٹ دیئے جاتے تھے اور اس کا حلیہ بگاڑ دیا جاتا تھا۔ اسی قسم کا واقعہ غزوہ احد میں نبی اکرم ﷺ کے چچا حمزہ بن عبد المطلب کے ساتھ پیش آیا[31]۔ مگر شریعتِ اسلامیہ نے اس طریقے کو ناپسند کیا اور ہمیشہ کے لیے مثلہ کی ممانعت قرار دی ہے۔ "مثلہ کہتے ہیں کسی کا ناک کان وغیرہ کاٹنا یہ حرام ہے۔"[32]نبی اکرم ﷺ مثلہ کرنے سے منع فرماتے تھے:«نَهَى النبيُّ صَلى اللهُ عَلَيْه وَسَلمَ عَنِ النُّهْبَى وَالمثْلةِ »[33]

نبی اکرم ﷺ نے لوٹنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔«كَانَ نبُّي اللَّهِ صَلى اللهُ عَليه وَسَلمَ يَحَثُّنا عَلى الصَّدَقةِ، وَيَنْهَانَا عَنِ المثْلةِ »[34]

حضوراکرم ﷺ ہمیں صدقہ کی ترغیب دیتے اور مثلہ سے روکا کرتے تھے۔ انسان تو کیا رسول رحمت ﷺ نے جانوروں کا بھی مثلہ کرنے منع فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«نَهَى رسُولُ اللّٰهِ صَلى اللهُ عَليه وَسَلمَ، أنْ يُمُثلَ، بِالبَهَائِمِ »[35] رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کا مثلہ کرنے سے منع فرمایاہے۔ جب جانور کو باندھ کر اس طرح مارنا منع کیا گیاہے تو انسان کے اعضاء کاٹنا بطریقِ اولیٰ حرام ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ مثلہ زمانہ جاہلیت کی روایت ہے اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ لاشوں کا حلیہ بگاڑنا قطعی طور پر ممنوع اور غیر اسلامی ہے۔

اسی طرح سے میت کی ہڈی توڑنے کی ایک صورت پوسٹ مارٹم کی شکل میں پیش آسکتی ہے۔ غیر طبعی موت اور قتل وغیرہ کی تحقیق کے لیے بعض اوقات یہ ناگزیر ہو جاتاہے کہ موت کی اصل وجہ معلوم کی جائے تا کہ ناحق کوئی انسان اسکے قتل کے الزام میں نہ پھنس جائے۔ زندہ انسان کو ذلت ورسوائی اور صعوبتِ قید وبند سے بریّت دلانے کے لیے میت کا پوسٹ مارٹم کیا جاسکتاہے۔ اس سلسلے میں علماء ومشائخ کے متعدّد اقوال سامنے آتے ہیں: "انتہائی شدید مصلحت کے بغیر پوسٹ مارٹم کرنا ناجائز ہے۔"[36] انسانی معاشرے میں اکثر بے گناہ لوگ الزام کی آڑ میں سزا کی بھینٹ چڑھا دیے جاتے ہیں فقہاء نے بے گناہی کے ثبوت میں پوسٹ مارٹم کو جائز قرار دیاہے: " جب کسی بے قصور کی جان بچانے کا مسئلہ ہو تو پوسٹ مارٹم کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔"[37] اس کے علاوہ میت کی ہڈی توڑنے کی ایک شکل تب بھی سامنے آسکتی ہے جب تعلیم وتحقیق اور طبی ضروریات مطلوب ہوں یا امراض کی تشخیص کے لیے اسباب وعلامات سے آگاہی اور دواوعلاج کی سہولیات کی فراہمی کی مصلحت درپیش ہو۔ اور یہ صورت انسانی زندگی کی بقاء وترقی کے لیے اشد وناگزیر ہے اس ضرورت سے کسی بھی ذی روح کو انکار نہیں ہے۔ طبّی تحقیق وتفتیش کے لیے روزبروز سامنے آنے والے نوع بہ نوع امراض کی صورت میں پیدا ہونے وای پیچیدگیوں سے بچنے اور انسانیت کی بقاء کے لیے ان کے اسباب سے آگاہی، بیماری سے بچاو کی تدابیر کی ایجاد اور اس میں مبتلا ہونے کی صورت میں علاج کے لیے جسمِ انسانی کا گہرائی وباریک بینی سے مطالعہ حفظِ جان کا تقاضا بھی ہے کہ جب معاملہ زندہ اور مُردہ کے مابین ترجیح کا ہو تو زندہ انسان کی اہمیّت پر مقدّم ہے۔ اور اسی بات پر علمائے امّت متفق ہیں۔

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"**الضروریات تبیح المحظورات** کی بناپر اس امر ممنوع کا کرنا جائز ہو جاتا ہے۔"[38]

"اس کے علاوہ بعض علماء نے اس بات پر بھی اظہارِ خیال کیا ہے کہ سرجری کی مشق کے لیے جانوروں اور غیر مسلم اموات کو حاصل کرنا چاہیے اور مسلم اموات پر سرجری کی مشق کرنا جائز نہیں۔"[39]

پوسٹ مارٹم کے مسئلے کو سعودی علماء نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

"فوجداری دعویٰ اور وبائی امراض کی تحقیق کی غرض سے پوسٹ مارٹم جائز ہے کیونکہ ان صورتوں میں امن وامام اور معاشرے کو وبائی امراض سے چاپنے کی بہت سی مصلحتیں کار فرماہیں اور اس میں اس میت کی بے حرمتی کا جو پہلو ہے، جس کا پوسٹ مارٹم کیا جارہاہو، وہ ان یقینی اور بہت سی مصلحتوں کے مقابلے میں چھپ جاتا ہے۔ باقی رہی تیسری قسم، یعنی تعلیمی مقاصد کے لیے پوسٹ مارٹم، چونکہ حیوانی لاشوں کا پوسٹ مارٹم انسانی لاشوں کا بدل نہیں ہو سکتا لہٰذا شریعتِ اسلامیہ کے مصالح کو سامنے رکھتے ہوئے انسانی لاش کا پوسٹ مارٹم جائز ہے۔ لیکن شریعت نے چونکہ مسلمان کو موت کے بعد بھی اسی عزت و تکریم سے نوازا ہے جیسے زندگی میں شرف سے سرفراز کیا۔ پوسٹ مارٹم چونکہ عزت و تکریم کے منافی ہے اور اس میں انسانی لاش کی بے حرمتی ہے اور یہ ضرورت غیر معصوم یعنی مرتد اور حربی لوگو ں کی لا شوں کے آسانی سے میسر آجانے سے پوری ہو جاتی ہے، لہٰذا اس مقصد کے لیے مرتد و حربی لوگوں کی لاشوں کو استعمال کرنے پر اکتفا کیا جائے۔"[40]

مذاہبِ اربعہ میں زندہ کی جان بچانے کے لیے مردہ کا پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے۔ بعض اسی ناگزیر صورتوں سے بھی سابقہ پڑ سکتا ہے جب زندہ انسان کی زندگی کی حفاظت کے لیے مردہ کی میت کی چیر پھاڑ کرنا پڑتی ہے جیسے کہ زندہ عورت کے پیٹ سے مردہ بچے کو ٹکڑے کر کے نکالا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مردہ عورت کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تب بھی اس کی جان بچانے کے لیے ماں کا پیٹ چاک کیے جانے پر تمام علماء وفقہاء متفق ہیں۔

"فقیہہ ابواللیث ثمرقندی کی رائے ہے کہ مالِ غیر نگلنے والا مر جائے اور اس کا ترکہ نہ ہو تو اس کا پیٹ چاک نہیں کیا جائے گا لیکن علامہ ابنِ ہمام نے علامہ جرجانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس نے آدمی مال غیر کھا کر

اپنی حرمت ختم کر دی اس لیے اس کا پیٹ چاک کیا جائے گا اور اسی کو ترجیح دی ہے، علامہ علائی اور علامہ شامی نے بھی اس قول پر اعتماد کیا ہے حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔"[41]

حفظِ مال بھی مقاصدِ شریعہ میں سے ایک ہے اور بقائے انسانی کے لیے معاون اشیاء کو تلفی سے بچانے میں اقدام کرنا بھی شریعتِ اسلامی کی منشاء میں شامل ہے۔ اور اس صورت میں زندہ کی جان بچانے کے لیے مردہ کے پوسٹ مارٹم کے جواز کا مسئلہ اور بھی آسان ہو جاتا ہے کہ جو جو دین انسان کی ضروریات میں کام آنے والی اشیاء کے ناجائز ضیاع کو پسند نہیں کرتا وہ جیتے جاگتے انسان کو کیسے ضائع کر سکتا ہے! ﴿واللہ اعلم بالصیاب﴾

جنگی جرائم کی روک تھام کے معاہدات

پیغمبرِ آخر الزماں ﷺ نے ہر شعبہ ءزندگی میں اپنے عمل سے بنی نوع انسان کو اخلاق و کردار کا اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے۔ اسی بے مثال کردار کا مظاہرہ اس وقت بھی دشمنوں نے دیکھا جب غزوہ بدر میں آپ ﷺ نے مشرکین کی لاشوں پر مٹی ڈالنے کی ترغیب دی متعدد لاشوں کو صحابہ کرام رضوام اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ کے حکم پر کنویں میں ڈال دیا[42] تاکہ ان کی بے حرمتی نہ ہو۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین اور متاخرین مسلمان حکمرانوں کے دشمن کی میتوں کے اکرام کی تفصیلات کتب تاریخ میں جابجا ملتی ہیں۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ رنگ و نسل، قوم و ملّت، تعلق وعلاقہ کی تقسیم و تفریق سے قطع نظر احترام انسانیت کا درس دیا ہے۔ مسلمانوں کے اسی طرزِ عمل نے اکثر مفتوحین کے دلوں میں ان کا مرتبہ بڑھایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن و مخالف قوموں کی میّتوں پر دلی بھڑاس نکالنے کا طریقہ اقوام عالم کے ہاں قابلِ نفرین جُرم بن کر رہ گیا لہٰذا حالیہ دیا میں مقتولین کو عزت وحرمت سے ان کے وارثین کے حوالے کرنے کے قوانین بنائے جارہے ہیں۔ جنیوامعاہدات 1949ء میں تصادم کی صورت میں مقتولین، جنگی قیدیوں کی اموات، ڈوب کر مرنے والوں کی نعشوں حتیٰ کہ ان کے جسمانی اعضاء کی بے حرمتی کو بھی ناجائز ٹھہرایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان معاہدات کے پیشِ نظر ریاستوں کو ذمہ دار بنایا گیا ہے کہ مقتولین کی پہچان اور ان کی تجہیز و تکفین کے متعلق تمام معلومات متعین کر کے ان کی تفصیلات متعلقہ ریاست کو مہیا کریں۔ اسی طرح ICRC یعنی "ہلالِ احمر کی بین الاقوامی مجلس" کے:

Rule 113

Treatment of the Dead میں بھی میت کے ساتھ بد سلوکی کو جنگی جرم قرار دیا گیا ہے:
The US Field Manual (1956) provides that "maltreatment of dead bodies" is a war crime.

اس کے باوجود حالیہ جنگی تصادم کی صورت میں سوویت یونین کا واقعہ ہو یا بوسنیا کا میدان، یا پھر امریکی و اتحادی افواج کا افغان طالبان کی لاشوں پر علیٰ وجہ النہار پیشاب کرنا، لاتیں برسانا بالکل معموی بات ہے جس کی عقلی توجیہہ پیش کرنے سے وہ خود بھی قاصر ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا کا کوئی مذہب یا آئین و قانون اس فعلِ بد کی تاویل کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کی اجازت دے سکتا ہے۔

کفن چوری

انسانی دنیا میں میّت کی بے حُرمتی و تذلیل کی ایک صورت ایسے بھی سامنے آتی ہے کہ بعض فاسق و فاجر لوگ مردہ کے جسم کو بے لباس تک کرنے سے بھی نہیں کتراتے۔ ان عاقبت ناشناس لوگوں کو عُرفِ عام میں "کفن چور" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ موطا امام مالکؒ میں عمرہ بنتِ عبد الرحمٰن سے روایت ہے:

«لعَنَ رسُولُ اللَّهِ صَلى اللهُ عَليه وَسَلمَ المُخْتفِيَ وَالمُخْتفِيةَ »، يَعْنِي نَباشَ القُبورِ[43]

رسول اللہ ﷺ نے کفن چور مرد اور عورت پر لعنت کی ہے۔

عبد الرحمٰن الجزیری نے کفن چور کے بارے میں تفصیلاً لکھا ہے وہ بیان کرتے ہیں:

> "شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ اور امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ مُردوں کا کفن چُرانے والے کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دینا واجب ہے۔ یہی مسلک حضرت عمر، ابنِ مسعود، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور علماء میں سے ابو ثور، حسن، شعبی، قتادہ، حماد اور نخعی رحمہم اللہ کا تھا۔ جبکہ حنفیہ روایات و آثارِ صحابہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کفن چوری کا عادی ہو جائے تو حاکمِ وقت حدِ شرعی کے طور پر نہیں بلکہ سرزنش کے طور پر قطع ید کا حکم دے سکتا ہے۔"[44]

فقہائے کرام کی تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفن چور کی سزا کی صورت میں یہ بات بھی پیشِ نظر رکھی جائیگی کہ قبر کا محل کیا ہے! اگر تو قبر مقالِ حرز میں واقع ہو تو قطعِ ید کی سزا نافذ کی جائیگی سرِ راہ یا ویرانے میں بنائی گئی قبر کی صورت میں ملکیّت ثابت نہیں ہو گی اور اسی طرح کفن چور کے ہاتھ بھی نہیں کاٹے جایں گے۔ جبکہ سنن ابوداؤد

میں حماد بن ابی سلیمام نبی اکرل ﷺ سے روایت کرتے ہیں: «**يقْطعُ النّباشُ لِأنَّه ُ دَخلَ عَلى المَيِتِ بَيْته**»[45]کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے کیونکہ وہ میّت کے گھر میں داخل ہوتا ہے۔

اسی طرح تفسیر "تبیان القرآن" میں "علامہ غلام رسول سعیدی" لکھتے ہیں: " بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ ود مردے زمین میں مدفوم ہیں، وہ زمین میں محفوظ ہیں اور جو چیز محفوظ ہو اس کو چرانے سے ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے، لہٰذ اجو شخص کسی مردے کا کفن چرائے اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہئے۔[46]

ابو عمّار حدیثِ نبوی ﷺ کی شرح میں بیان کرتے ہیں:

"فی الواقع اب شہری گنجان آبادیوں میں میّت کے لیے قبر کا حصول غریب آدمی کے بس سے باہر ہو رہاہے اور ایّامِ فتن میں یہ مسئلہ اور بھی سنگین ہو جائے گا اور یہ پیش گوئیاں رسول اللہ ﷺ کی صداقت اور رسالت کی دلیل ہیں۔ کفن چور کی حد اس کا ہاتھ کاٹنا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کے لیے "گھر" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔"[47]

حالیہ دنیا میں عام دستور یہی ہے کہ انسانی آبادیوں میں ایک جگہ مخصوص کر دی جاتی ہے جسے عرفِ عام میں "قبرستان" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہاں پر قریبی آبادی کے لوگ اپنے مرنے والوں کو سپردِ خاک کرتے ہیں۔ پس حدیثِ نبوی ﷺ کے پیشِ نظر علمائے امّت کے اقوال سے مرجوح قول یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کفن چور قبرستان میں موجود قبر سے کفن چوری کا مرتکب ہوتا ہے اور اس پر مستزاد وہ عادی مجرم بھی ٹھہرتا ہے تو اس پر حد قطعِ ید جاری ہونے میں کوئی چیز بھی مانع نہیں ہے۔ ﴿**واللہ اعلم بالصیاب**﴾

میت کی بے حُرمتی کی قبیح صورتیں

اگرچہ میّت کا اکرام مذاہبِ عالم میں رائج ہے تاہم کبھی کبھار اس کی حُرمت کو پامال کرنے کے ایسے واقعات بھی سامنے آئے کہ انسانیت شرمندہ ہو کر رہ گئی۔ جیسے کہ 3 اگست 2213ء کی خبر کے مطابق: پاکستام کی پولیس نے اپریل 2112 میں دو بھائیوں کو قبر سے ایک خاتون کی لاش نکال کر اس کے گوشت کو پکا کر کھانے کے الزام میں گرفتار کیا تھا۔[48] تعزیراتِ پاکستان 1862ء کے سیکشن 297 میں درج ہے:

297. Trespassing on burial places, etc.: ---- any place set apart for the performance of funeral rites or as a, depository for the remains of the dead, or offers any indignity to any human corpse or causes disturbance to any persons assembled for the performance of funeral ceremonies, shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to one year, or with fine, or with both. [49]

قبر کو نقصان پہنچانا قابلِ ضمانت جرم ہے جس کی سزا ایک سال قید یا جرمانہ یا مجرم کو دونوں سزائیں بھی دی جا سکتی ہیں۔ اگر چہ دونوں بھائیوں کا میت کا گوشت کھانا ثابت ہو گیا تاہم مقامی عدالت نے انہیں صرف قبر کو نقصان پہنچانے کا مجرم قرار دیتے ہوئے 18 مئی 2212ء کی پیشی میں ایک سال جیل کی سزا سنا دی۔ کیونکہ پاکستان میں 'آدم خوری' جیسے جرم سے متعلق کوئی قانون نہیں ہے۔[50] سدِّ ذرائع کے طور پر حکومتی ارکان میں مُردوں کی آخری آرام گاہ یعنی قبرستان کے علاقے میں حفاظتی اقدام اٹھانے کی طرف توجہ کی ہے لہٰذا: "پنجاب اسمبلی کے اجلاس کے دوران رکن ضیاء اللہ شاہ کی قرارداد کہ قبرستانوں کے ارد گرد چاردیواری کرنے کے ساتھ جادو ٹونے اور کفن چوری کے واقعات کا تدارک کیا جائے، جسے منظور کر لیا گیا۔"[51] قبرستان کے گرداگرد چاردیواری قبروں اور میّتوں کو چوروں، لٹیروں اور شر پسندوں کی دراندازی سے محفوظ کرنے میں مددگار ہو سکتی ہے۔ اسی طرح میّت کی بے حُرمتی کی بدترین شکل ذیل کی خبروں کی صورت میں ماضی قریب میں سامنے آئی ہے:

A 28-year-old man was caught raping a woman's dead body in New Delhi's Sunlight Colony on Sunday. He has been arrested.[52] Kenneth Douglas, 60, worked as a morgue attendant in Ohio, USA, between 1976 and 1992, where he committed the sexual crimes against the dead women while working the night shift.[53]

العیاذ باللہ! خواتین سے بد فعلی وزیادتی انسانی معاشرے میں ہمیشہ سے بدترین جرم سمجھی جاتی رہی ہے۔ اس کے مرتکب افراد کو سخت ترین سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ایسے لوگ معاشرے میں ہمیشہ کے لیے قابلِ نفرین بن

جاتے ہیں۔ یہ تو عورت کی زندگی میں تذلیل کرنے والوں کا حال ہوتا ہے۔ مُردہ عورت کی بے حرمتی کرنے والا اپنا مُردہ ضمیر ہونے اور حرمتِ میّت کو بھولنے کے ساتھ ساتھ ہی ساتھ انسانیت کی عزت کی پامالی میں بھی حد سے تجاوز کا مظاہرہ کرتا ہے۔ مذکورہ بالا ثانی الذکر واقعہ مردہ خانے میں محافظ کے ہاتھوں پیش آیا۔ مردہ خانہ میّت کے لیے مقامِ حرز ہے۔ نسلِ انسانی کی بقاء کے لیے معاشرے میں حرمتِ میّت کے قوانین کا تعین نفاذ ہی معاشرتی ترقی کا ضامن بن سکتا ہے۔

خلاصہ بحث

دینِ اسلام کی افضلیت مذاہبِ عالم پر حرمتِ میّت میں بھی فائق نظر آتی ہے۔ جہاں مختلف مذاہب کے لوگ اپنے اروروں کو دفنانے کے لیے غیر فطری طریقوں کو اختیار کرنے پر مجبور ہیں اسلام نے فوت شدگان کے لیے متعدد حقوق مقرر کیے ہیں جو انسان کی روح قصرِ نفسی سے پرواز کرنے سے شروع ہو کر اس کو قبر میں پہنچانے تک میں بروئے کار لائے جاتے ہیں۔ ان میں انسان کی موت کا یقین ہونے پر میت کی آنکھیں بند کرنا اور اعضاء درست کرنا، اعزہ و اقرباء کو موت کی اطلاع کرنا، غسل دینا، کفن دینا، نمازِ جنازہ میں شرکت کرنا، قالِ عزت مہمان کو رخصت کرنے کی طرح میّت کے ساتھ چلتے ہوئے قبرستان جانا، عزت و احترام سے سپردِ خاک کرنا، آخرت میں اعلیٰ درجات کے لیے دعائیں کرنا، گاہے گاہے قبور کی زیارت کے لیے جانا، قبرِ میّت کا اکرام کرنا، یہی سب شریعتِ اسلامیہ کی تعلیمات ہیں اور امّتِ مسلمہ میں مروّج بھی ہیں۔ یوں زندگی کی ابتدا سے انتہا اسلام کی تعلیمات دن یا میں اپنی مثال آپ ہیں کہ مذکورہ تمام رسمیاتِ میّت نبھانے کے بعد بھی اگر کوئی فاسق مردہ انسان کی تحقیر و تذلیل یا غصہ و دشمنی جیسے جذبات کی تسکین کے لیے میّت کی حرمت پامال کرنے کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو شریعتِ اسلامیہ نے اس کے لیے بھی واضح نصوص سے رہنمائی فرمائی ہے جن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسلامی معاشرہ اپنے لیے قوانین مرتّب کر سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

[1] الملک ۲:۶۷

[2] المآئدہ ۲۷:۵

[3] طبری، محمد بن جریر، علاہ، تاریخ طبری، مترجم: عاصم محمود، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار لاہور، دسمبر ۲۰۰۳ء ج:۱
ص؛ ۲۴۳

[44] کتاب مقدس، پاکستان بائبل سوسائٹی انار کلی، لاہور۔ پاکستان، ۲۰۱۰ء، پیدائش ۱؛۴

[5] پیدائش، ۲؛۴

[6] المائدہ ۳۰؛۵

[7] پیدائش ۸؛۴

[8] المائدہ ۳۱؛۵

[99] محمد تقی عثمانی، مفتی، آسان رترجمہ ء قرآن، مکتب معارف القرآن کراچی ۱۴، جولائی ۲۰۱۰ء، ج؛: ص؛ ۳۳۸

[10] پانی پتی، محمد ثناء اللہ، تفسیر مظہری، اضافات؛ عبد الدائم الجلالی، مولانا، دارالاشاعت اردو بازار کراچی ۲، ۱۹۹۹ء، ج؛۳، ص؛ ۲۹۳

[11] غلام اللہ خان، مولانا، القرآن الحکیم مع تفسیر جواہر القرآن، کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راولپنڈی، س ن، ج؛۱، ص؛ ۲۷۵

[12] ابنِ منظور، جمال الدین محمد، العلامہ، لسان العرب، دار بیروت للطباعہ والنشر، بیروت، ۱۳۷۳ھ، بزیل مادہ بعث، ج؛۲، ص؛ ۱۱٦

[13] سعد حسن خان، مولانا و دیگر، مترجمین، المنجد، دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱۹۹۴ء بذیل مادہ بعث، ج؛۲، ص؛ ۹۲

[14] الجصاص، ابو بکر احمد، علامہ، احکام القرآن، مترجم؛ عبد القیوم، مولانا، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد، دسمبر ۱۹۹۹ء، ج؛۴، ص؛ ۴۳۰

[15] النفسی، عبد اللہ بن احمد، تفسیر مدارک، مترجم؛ مولانا شمس الادین، مکتبہ العلم ۱۸۔ اردو بازار لاہور، پاکستان، س ن، ج ا، ص؛ ۱۵۷

[16] عبس ۲۱؛۸۰

[17] مفتی محمد شفیع، مولانا، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی ۱۴، اگست ۱۹۷٦ء، ج؛۸، ص ٦۷٦

[18] المرسلات ۷۷؛۲۵،۲٦

[19] تفسیر مظہر، ج؛۱۲، ص؛ ۲۰٦

[20] شبیر احمد عثمانی، مولانا، القرآن الکریم وتفسیرہ، مجمع الملک فھد لطباعۃ المصحف الشریف، ل ت، ص؛ ۷۷۸

[21] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۸ء، ج:۱۶ حصہ ا، ص:۲۴۲

[22] The New Encyclopedia Britannica, NP., Chicago,1998. Vol.2, p650

[23] بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح البخاری، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، ل ت،، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازۃ، رقم الحدیث؛۱۳۰۷؛ مسلم بن حجاج، امام، صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی بیروت، لبنان، ۲۰۰۰ء، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازۃ، رقم الحدیث؛۷۴۳؛ الترمذی، محمد بن عیسی، الجامع الصحیح۔۔ سنن الترمذی، داراحیاء التراث العربی۔ بیروت۔ لبنان ۲۰۰۰م، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی القیام الجنازۃ، رقم الحدیث؛۱۰۲۴؛ النسائی، احمد بن شعب، امام، سنن النسائی، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، ل ت، کتاب الجنائز، باب الامر بالقیام للجنازۃ، رقم الحدیث؛۱۹۱۶

[24] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب بن قام لجنازۃ یھودی، رقم الحدیث ۱۳۱۲؛ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازۃ، رقم الحدیث؛۸۱؛ سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازۃ المشرکین، حدیث ۱۹۲۴

[25] ابوداود، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابی داود، دار السلام للنشر التوزیع الریاض، ۱۹۹۹ء، باب فی کراھیہ العقود، رقم الحدیث:۳۲۲۸

[26] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماینھی من سب الاموات، رقم الحدیث؛۱۳۹۳؛ کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، رقم الحدیث؛۶۵۱۶؛ سنن الترمذی، کتاب ابر والصلۃ، باب ماجاء فی الشتم، رقم الحدیث؛۱۹۸۲؛ سنن النسائی، کتاب الجنائز، النھی عن سب الاموات، رقم الحدیث؛۱۹۳۶

[27] سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب فی الحفار یجد العظم ھل یتنکب ذالک المکان؟، رقم الحدیث؛۳۲۰۷؛ ابن ماجہ، محمد بن یزید القروینی، الحافظ سنن ابن ماجہ، داراحیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان، ۲۰۰۰ء، کتاب الجنائز، باب فی النھی عن کسر عظام المیت، رقم الحدیث؛۱۶۱۶

[28] عبد الرشید، مفتی، مولانا، خیر التوضیح، ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ۔ ج؛۲، ص؛۴۸۹

[29] ابی شیبۃ، عبد اللہ بن محمد، الکتاب المصنف فی الحادیث و الاحادیث، مکتبۃ الرشید۔ الریاض، ۱۴۰۹ھ، کتاب الجنائز، ما قالوا فی سب الموتی۔۔۔ ۱۱۹۹۰

[30] سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب فی النھی عن کسر عظام المیت، رقم الحدیث؛۱۶۱۷

[31] محمد بن اسحاق و ابن ہشام، عبد الملک، سیرت النبی، ابن ہشام، مترجم؛ یسین علی حسنی، سید، ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی لاہور ۲، مئی ۱۹۹۴، ج؛۲، ص؛۱۰۲؛ تاریخ طبری، ج ۲، ص؛۲۱۶

[32] محمد ابو الحسن، علامہ، فیض الباری ترجمہ فتح الباری، مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور، اگست ۲۰۰۹ء ج؛۳، ص؛۸۴۱

[33] صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب: النھی بغیر اذن صاحبہ، رقم الحدیث: ۲۴۷۴

[34] سنن ابو داود، کتاب الجہاد، باب فی النھی عن المثلۃ، رقم الحیث: ۲۶۶۷

[35] سنن ابن ماجۃ، کتاب الذبائح، باب النھی عن صبر البھائم و عن المثلۃ، رقم الحدیث: ۳۱۸۵

[36] عطاء اللہساجد، مولانا﴿ترجمہ وفوائد﴾، سنن ابن ماجہ، دارالسلام، ۳۶لوئر مال، سیکر تریٹ سٹاپ، لاہور، س ن، ج: ۲، ص: ۵۳۸

[37] شرح صحیح مسلم، ج: ۲، ص: ۸۲۷

[38] غلام رسول سعیدی، علامہ، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار، لاہور، دسمبر ۲۰۰۸ء، ج: ۲، ص: ۸۲۶

[39] شرح صحیح مسلم، ج: ۲، ص: ۸۲۶

[40] عطاء اللہ ساجد، مولانا﴿ترجمہ وفوائد﴾، سنن ابن ماجہ، ج: ۲، ص: ۵۳۹

[41] شرح صحیح مسلم، ص: ۸۲۸

[42] تاریخ طبری، ج: ۲، ص: ۱۷۷

[43] وحید الزماں، علامہ، مترجم: موطا امام مالک، اسلامی اکادمی۔ اردو بازار۔ لاہور، س ن، کتاب الجنائز، باب ماجآء فی الاختفآء وھو النبش، رقم الحدیث: ۴۴

[44] الجزیری، عبدالرحمن، کتاب الفقہ، مترجم: منظور احسن عباسی، شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب لاہور، ۱۹۷۹ء، ج: ۵، ص: ۳۲۵

[45] سنن ابو داود، کتاب الحدود، باب قطع النباش، رقم الحدیث ۴۴۰۹

[46] غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء، ج: ۱۲، ص: ۴۸۰

[47] عمر فاروق سعیدی، ابو عمار، ﴿ترجمہ وفوائد﴾، سنن ابو داود، دارالسلام ۳۶لوئر مال سیکر تریٹ شاپ لاہور، س ن، ج: ۴، ص: ۳۶۹

[48] ایم الیاس خان، پاکستن کے دو آدم خور بھائی
،https://www.bbc.com/urdu/pakistan30jan.2019,11:58am,Retrieved from:

[49] The Pakistan Penal Code, 1860 Part II02/09/2010, Retrieved from: Https://pakistan constitutionlaw.com

[50] ایم الیاس خان، پاکستان کے دو آدم خور بھائی `https:;//www.bbc.com/urdu/pakistan//

[51] https`a//urdu.geo.tv,28,feb.2012:30jan.2019,retrieved from

[52] Chirag Gothi, UPDATED:December 7,2016 10:29 IST,30jan.2019,1:21pm, Retrieved From :https://www.indiatoday.in

[53] Loulla-Maa Eleftheriou- smith , Monday 18 August 2014 , 30 jan. 31:1 و2019pm,Retrieved From:https://www.independent.co.uk